



سلیمانہ اختلاف

www.KitaboSunnat.com

تألیف

ڈاکٹر صالح بن عبَّال اللہ بن حمید

طبعات و اشاعت

وزارت اسلامی امور و اوقاف و دعوت و ارشاد
ملکت سعودی عرب



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اطْبِعُوا أَلٰهَهُ
وَاطْبِعُوا رَسُولًا

جَمِيعَ الْعِبَادَاتِ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ

مُدْعَى الْأَبْرِيْرِي

کتاب و متنی دینی پاپیلے دلی / دینی اسنادی اپنے لاب سے 12 جنوری 2020

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و متن ڈاٹ کام پر مستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقۃ النّشانِ الْمُحَمَّدی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرہن سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

- ✉ KitaboSunnat@gmail.com
- 🌐 www.KitaboSunnat.com

110173 - 14/06/2022 12:07:04 ۱۵ ص ۰۴:۳۸:۲۷

دارال歇العہ آئندہ میں تکمیل یافتے

حافظ کوثر زمان، حافظ شفیق الحسن

بجم کلام تحصیل تینوں ضلعوں پر



www.KitaboSunnat.com

أدب الخلاف

اردو ترجمہ

سلیمان اخلاق لاف

الله
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

وزارتِ اسلامی امور و اوقاف و دعوت و ارشاد کی شانع کردا

آدَبُ الْخِلَافٌ

اردو ترجمہ

سلیمان خلاف

تألیف /

ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ بن حمید

امام و خطیب المسجد الحرام مکتبۃ المکرمہ و نائب
الرئیس العام برائے امور المسجد الحرام و المسجد النبوی شلفی
و عیسیٰ دلیلیت الشریعہ - جامعہ ام القریٰ سابقہ

وزارت کے شعبہ مطبوعات و نشر کی زیر نگرانی طبع شدہ

۱۴۲۹ھ

ح (وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد، ١٤١٩هـ)
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر.

ابن حميد، صالح بن عبد الله
أدب الخلاف. - الرياض.

١٧x١٢ سم
ردمك ٩٩٦٠-٢٩-١٩٢-٨
(النص باللغة الأردية)

١- الاختلاف(أصول الفقه) ٢- أصول الفقه
أ- العنوان. دبوی ٢٥١,١٣١
١٩/٠٦٥٧

رقم الإيداع: ١٩/٠٦٥٧
ردمك ٩٩٦٠-٢٩-١٩٢-٨

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لقدیم

عرب یونیورسٹیوں میں علماء و مفکرین اور دانشواران ملک و ملت کو دعوت
ختن دے کر قاعة الحاضرات (لکھر ہاں) میں اساتذہ، طلبہ اور دیگر رہنمایان قوم
و ملت کے روپ و لکھر دلانے کا جو ستور چل پڑا ہے، اس کے نتیجے میں بہت
سے حساس و ضروری موضوعات پر ایسے لکھرز اور مقامے سامنے آئے ہیں
جن کی روشنی میں تاریخ نے نیارخ لیا، اور علم و عمل کی اصلاح ہوئی، دعوت و
ارشاد کو ترتی می، فکر و نظر ~~کو~~ اگر ان کی میراثی حاصل ہوئی، اور دین و مذہب،
سیاست و شریعت اور معاشرت و معیشت نے صحیح راستہ اپنایا۔

زیر نظر کتاب "اوہ الخلاف" جسے اردو زبان میں "سلیقہ اختلاف" کے
نام سے پیش کرنے کا "حافوٰۃ الشیث" کو شرف حاصل ہو رہا ہے، اسی سلسلے کی
ایک کڑی ہے۔

جامعہ ام القری - مکتبہ المکتبہ کی لکھر کمیٹی کی دعوت پر عالم اسلام کے
علمی و روحانی پیشواعالیجتہاب ڈاکٹر صالح بن عبد اللہ بن حمید حفظہ اللہ، امام و
خطیب بیت اللہ الحرام، جزل ڈپٹی پریزیڈنٹ برائے امور مسجد الحرام و مسجد
نبوی شریف، اور سابق پرنسپل شریعت کالج کمک یونیورسٹی نے ۲۸ / ربیع الثانی
۱۴۲۱ھ کو جامعہ کے لکھر ہاں میں اہل علم اور طلبہ و اساتذہ کے سامنے اسے
پیش کیا، اور اسے خاص پذیرائی حاصل ہوئی۔ مؤلف کی نظر ثانی کے بعد
مختلف مقامات سے اس کے متعدد عربی ایڈیشن شائع ہوئے۔ رابط عالم

اسلامی نے اپنے ہفتہ وار ترجمان "العام الاسلامی" میں اسے قسط و ارشائے کیا، اور مؤلف حظہ اللہ کی خاص اجازت سے ہم نے اسے اردو کے قالب میں ڈھال کر "ھا" کے علمی و ثقافتی اور دعویٰ سفر کی ایک منزل قرار دیا۔ خصوصاً ایسے وقت میں ہم نے اس کی اشاعت کی ضرورت محسوس کی جب کہ آفتاب علم و فکر کی چڑھتی ہوئی روشنی میں ہمارے دیار میں اختلاف و تنقید کا وہی پرانا طریقہ نہ صرف رانج بلکہ پروان چڑھتا جا رہا ہے جو پچھلی دو تین صدیوں میں علمی کم مائیگی اور اخلاقی انحطاط کے دور میں رانج تھا۔

"ادب الخلاف" بیام "سلیقہ اختلاف" وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہم اسے مؤلف کی نیک تمناؤں اور بیت اللہ الحرام کے سامنے آپ کی پاکیزہ دعاوں کے ساتھ اسی اخلاص سے اپنے عوام و خواص کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جو مؤلف کے پیش نظر تھا۔ ہم رب کریم کے حضور دست بہ دعا ہیں کہ اسے قبول فرمائے اور اس کی منفعت عام کرے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا و مولانا محمد وآلہ و صحابہ وسلم

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

ابوالقاسم عبد العظیم

برائے: هدیۃ الثقافة والاعلام

اور گل آباد۔ مکونا تھے ۲۷۵۱ء (یوپی) انڈیا۔

یکشنبہ ۲۲ شوال ۱۴۳۲ھ

۱۹۹۲ء
۱۲ اپریل

تہبید

بسم الله الرحمن الرحيم
حاماً و مصلياً و مسلماً، أما بعد

آج کی مجلس کا عنوان جیسا کہ معلوم ہے "ادب الخلاف" یا "سلیقہ اختلاف" متعین ہوا ہے۔ لیکن پہلے میں یہ اعتراف کرتا چلوں کہ میں اس میدان کے ان شہ سواروں میں نہیں جنہیں اس جیسے اہم اجلاس میں شامل کر کے یہ سوچا جائے کہ میں ان کے اندازے پر پورا اتروں گا، لیکن چونکہ یہ عنوان وقت کی آواز اور ملت کے حالات کا تقاضا ہے اور چونکہ اس کے بہت سے اسباب و عمل ہیں اس لئے اس پر روشنی ڈالنا بھی ضروری ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ میری طرف سے اس فن کے ماہرین و مختصین کے سامنے کوئی ایسی اچھائی ابھر کر سامنے آسکے جو نہیں اس کے بڑھا دیئے اور امت کے حالات و ضروریات پر اور خصوصیت سے ملت کے علم دوست نوجوانوں کو توجہ دینے کی دعوت دے سکے۔

بھائیو! اس عنوان کے انتخاب کی وجوہات اور اسباب کے بارے میں کہوں گا کہ بہت سے مسلم ممالک میں نوجوانوں کی آنکھیں ایسے ناخوشگوار واقعے پر کھلیں جن کا ذمہ دار وہ خود کو نہیں سمجھتے۔ اسلئے کہ ان ممالک میں استغفار گوناگون خرابیاں پیدا کر گیا اور طرح طرح کے فکری و نفیاتی آثار

غیظہ چھوڑ گیا۔ اور اسلام میں پیوند کاری کیلئے ایسے دستور و قوانین اور تہذیب و تمدن کو درآمد کر گیا جو بربادی و بے راہ روی کے مظاہر، تربیت کے غیر منظم راستے، چال چلن میں سکروی، الحاد والا دینیت اور کیوں نہ اباہیت کی کھلی دعوت، اور دہریت و نفاق کے مظاہر ہیں۔

انہیں اسباب و عمل کے باعث معتدل راہ اور درست مسلک کے لئے ضروری ہے کہ قائدین امت و رہنمایاں ملت زندہ ثبوت و شہادت ہوں، جن کا قول عمل سے وابستہ ہو۔ احکام کے پابند اور سنن و احادیث کے پیرو ہوں۔

نیز صحیح راہ یابی اور بالغ نظری و ترقی نگاہی کے لئے یہ بھی واجب ہے کہ مبلغین اور علماء اہم اور افضل کی ترتیب کے لئے اولویات کے بارے میں اپنے اپنے طریقوں پر نظر ٹانی کریں، کیونکہ سنت واجب کے مساواہ ہے، اور سکروہ حرام سے کمتر ہے۔

لوگوں میں کچھ محدود فکر، تھک اور اک اور نادان و کم علم لوگ بھی ہیں جن کے میزان عقل و خرد میں خلل کے باعث ان کے نزدیک اولویات مشتبہ ہو جاتی ہیں اور بسا واقعات ایسے لوگ کسی عالم یا کسی جماعت کی رائے کی حمایت میں بدترین جانبداری اور دشمنانہ تعصّب تک اتر آتے ہیں۔

اسی کے برخلاف ایسے اشخاص بھی پائے جاتے ہیں جو تنقید میں غلو

کام لیتے ہیں (اور دلکش و متناظرہ عین شیخست پڑا تو آتے ہیں) یہاں تک کہ وہ نصیحت و حسن ظن اور لوگوں کی قدر شایع کے فرض کو سمجھے بغیر غیبت و تنقیص اور عیب جوئی میں پڑ جاتے ہیں۔

پھر اسلامی اخوت کے احیاء کے لئے پیغم کوشش کی سخت ضرورت ہے تاکہ امت کی سمجھی جماعتیں اور طبقے اللہ کے دین کی اعانت و محبت، اور اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوستی پر ہر چیز سے بلند ہو کر ایک ہو جائیں۔

بھائیو! اس بزم میں ہمارا خطاب صاحب علم و فکر علماء و طلباء سے یہ ہے کہے تفصیلی اور مسائل بحث کی بساط پر رکھے جائیں اور ہر مجتهد کی رائے کا خواہ مختلطی ہو یا مصیب احترام کیا جائے۔ کسی مجتهد پر بے وجہ اعتراض کرنا یا اس کی تنقیص کرنا علم کے باب میں ناپسندیدہ ہے۔

کسی مجتهد کی چوک اس کی آبروریزی کا جواز نہیں پیدا کرتی، نہ کسی بے عیب اور برے شخص کی عیب جوئی مناسب بات ہے اور نہ لوگوں کو مبتہم اور بدنام کرنے کی تفیانیت پسندیدہ ہے۔

علماء و مبلغین کا فرض ہے کہ اپنی دعوت و تبلیغ کی قدر و قیمت کا اندازہ کریں کیونکہ حقانیت کسی ایک مسلک میں محدود نہیں ہے اور اختلاف رائے لڑائی اور غصے کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔ مجتهدین کی تو یہ شان ہی ہے کہ ان میں اختلاف ہو۔ ان کا یہ اختلاف تعصب اور

جانبداری کے بغیر بہر حال قابل قبول ہے اس پر نفاق و شقاق کی بنیاد نہیں ہوئی چاہیے، نہ اس کے سبب عداوت کی ختم ریزی ہوئی چاہیے۔ تنقید کا حق یہ ہے کہ ناقد حق کو اپنے اندر محدود نہ کمھے۔

یہ افسوس ناک بات ہے کہ فقط نظر کا اختلاف شخصی عناد اور تباہ کن نفسانیت میں تبدل ہو جائے اور رونا تو اس بات کا ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلے کا اختلاف اصول اسلام اور دینی قواعد میں الزام تراشی تک جا پہنچے۔

بحث و مناظرے میں بے ادبی یہ ہے کہ مسلمانوں، خصوصیت سے علماء اور مبلغین، کی عزت و آبرو پر دست درازی کو چائز بنا لیا جائے۔ پھر عیوب جوئی اور نکتہ چینی کی روشن کو اپنا کر معمولی سی درست خیالی کے سبب کثرت ظن کی پیروی کی جانے لگے۔

بھائیو! اس خوشنگوار ملاقات میں یہ سب باتیں کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کچھ ایسے یگانہ لوگوں اور بزرگ علماء نے اس دین کی خدمت کی ہے جو علم کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، انہوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا اور اللہ کے دین کی خاطر انہوں نے مصیبتیں سہیں۔ وہ بڑے تابندہ ذہن اور پاک نفس لوگ تھے۔ ان کا اثر لوگوں میں ظاہر اور اقدام حق میں ان کا اخلاص نمایاں ہے۔ وہ ہر قسم کی ستائش کے مستحق ہیں۔

لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ مخصوص ہیں، اور ان کی شان میں غلو

سے کام لے کر انہیں لغزشوں سے بری قرار دیا جائے اور ان کے مخالفین سے علاوہ رکھی جائے۔

ہمارے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ ہم ان پر جفا کریں اور ان کی آبرو ریزی کو جائز بنائیں اور ان کے اہم کارناموں کا انکار کر دیں اور ان کی مسامی جیلہ کو معیوب قرار دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر عالم کی رائے اخذ و موافخذہ کے قابل ہے لیکن کسی مسلمان عالم پر جسے علم اور دعوت و تبلیغ میں دسترس حاصل ہو اور امت پر اس کا اچھا اثر ہو ایسے شخص پر تلقید کرنے، اور کسی جنایت کا رد، خود غرض کافر اور حاسد مستشرق کی تزوید میں بہت فرق ہے۔

آج کی مجلس میں بات کا آغاز اسی انداز اور اسی نظریے سے ہوگا۔ چنانچہ پہلے ہم اختلاف اور اس کی صورتوں اور لوگوں کی زندگی میں اس کے وقوع پذیر ہونے کا ذکر کریں گے، پھر صحابہ اور سلف کے ادب کے کچھ نمونوں کی طرف اشارہ کریں گے اور اس باب کے کچھ آداب و قواعد کا ذکر کریں گے۔

اختلاف کی تعریف:

اختلاف کی تعریف جیسا کہ علامہ جرجانی نے کی ہے یہ ہے:

"منازعة تجرى من المتعارضين ل لتحقيق حق و إبطال باطل" م ۱

"اختلاف وہ آدیزش ہے جو دو فریق کے درمیان اثبات حق اور ابطال باطل کے لئے ہو۔"

علم الاختلاف:

علم الاختلاف سے مراد ان مسائل کا علم ہے جن میں اجتہاد جاری ہوتا ہے، پیش آمدہ رائے میں درستگی یا غلطی یا انفرادیت سے قطع نظر۔ بسا واقعات علم الاختلاف ان مسائل کے ساتھ خاص ہوتا ہے جن میں بالفعل مجتہدین میں اختلاف ہوا ہو۔

بعض علماء نے "خلاف عالی" کے نام سے جو اصطلاح بنائی ہے اور جس سے ان کا مقصد وہ اختلاف ہے جو نہ ہب حق سے خارج ہو اسی ضمن میں داخل ہے۔

نیز جدید دراسات کے اصطلاح میں جسے "فقہ مقارن" یا "تفہیمی فقہ" کا نام دیا جاتا ہے، وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

۱۔ الہجر جانی: التعریفات، حرف الماء۔ الہ اصطلاح کے نزدیک یہ مردوج تعریف جو جانی کے علاوہ کسی دوسرے کے بیہاں مجھ کو نہیں ملی۔ (مؤلف)

رہا لفظ "خلاف" یا "اختلاف" تو ان دونوں کے درمیان کوئی قابل اعتماد فرق نہیں۔ علماء اپنی کتابوں میں دونوں کو ایک ہی معنی میں استعمال کرتے ہیں اگرچہ بعض علماء نے بہ تکلف دونوں میں فرق کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن حاصل کلام یہ ہے کہ معنی کو سمجھ لینے کے بعد اصطلاح میں اختلاف کی کوئی وجہ جواز نہیں۔

وقوع اختلاف:

انسانی دنیا میں اختلاف کا پایا جانا ایک مسلمہ بات ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق میں ایک سنت ہے۔ چنانچہ لوگ اپنے رنگ و زبان، اور طبیعت و اور اکاٹ، اور معارف و عقول، اور شکل و صورت میں باہم مختلف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَرَى الْوَنَّ مُخْتَلِفِينَ﴾

إِلَّا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ وَلَذِكْ خَلْقَهُمْ لَهُ

"اگر اللہ چاہتا تو لوگوں کو ایک امت بنادیتا، اور لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے، مگر جس پر آپ کا رب رحم فرمادے۔ اور اسی کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا۔"

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لوگوں کا دین
و اخلاق اور افعال میں اختلاف ہے۔

لیکن اس تباہی اور قابلیت اختلاف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صراط
مستقیم پر ہدایت کے چراغ روشن کر دیئے ہیں، اسی لئے اس نے دوسری
آیت میں فرمادیا ہے:

﴿فَهُدَى اللَّهُ الَّذِينَ كَانُوا لِمَا أَخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِيقَ يَهْدِيهِ﴾ ۱۸۳

"تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنے حکم سے اس حق کی ہدایت فرماء
دی جس میں لوگوں نے اختلاف کیا۔"

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک
حقانیت اور لاریب کتاب ہے، مومنوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ اور
جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان کے اوپر اندھا
پکن ہے۔

﴿وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آمَانِهِمْ وَقُرْ﴾

اور یہی سے بات ہی بات میں ہم یہ بیان بھی کرنا چاہیں گے کہ مومن

حق تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اور کیسے بے سود اختلاف سے کنارہ کش رہ سکتا ہے۔

اختلاف کے انواع و اقسام:

خلاف یا اختلاف کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اختلاف نہ موم۔ (۲) اختلاف ممدوح۔ (۳) اختلاف جائز

اختلاف نہ موم:

اختلاف نہ موم کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے بعض بعض سے زیادہ قابل نہ ممت ہیں، مثلاً:

(الف) انسانی دنیا میں مومن اور کافر ہونے کا اختلاف۔ اسی کے بارے میں ارشادِ ربیٰ ہے:

﴿ هَذَا نَحْنُ مَنْ أَخْصَصْنَا مِنْ أَنْفُسِ الْأَنْبِيَاءِ ﴾

"یعنی یہ دو فریق جو اپنے رب کے بارے میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔"

(ب) بدعتیوں اور نفس پرستوں کا اختلاف۔ جیسے خوارج اور ان جیسے لوگوں کا اختلاف جنہوں نے مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بغاوت کی، اور ان کا خون جائز قرار دینے کی دعوت دی۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما سے ان جیسے لوگوں کے اجتہاد کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ:
”یہ لوگ اجتہاد میں یہود و نصاریٰ سے زیادہ سخت نہیں ہیں جب کہ وہ
ضلال است پر ہیں۔“

(ج) یہ اعتقاد جازم جس پر تقلید آمادہ کرتی ہے کہ مذہب مخالف
قطعاً باطل ہے۔ یہاں تک کہ اس کی بنیاد پر ایک کی دوسرے کے پیچھے
نماز میں نہیں ہونے لگتیں، حالانکہ اخلاف چند ایسے مسائل میں ہے جن
میں اجتہاد اور وسعت نظر کی گنجائش ہے۔

(د) قائلین تقلید اور منکرین تقلید کا اختلاف بھی اسی قسم کی ایک
کڑی ہے۔ چنانچہ بسا واقعات تقلید بعض افراد کو اپنے امام کی بیجا حمایت میں
ترک سنت پر اس کے ظاہر و ثابت اور واضح و مبرہن ہونے کے باوجود
آمادہ کر دیتی ہے۔ اور وہ شخص سنت کی تاویل میں تکلف برتنے لگتا ہے،
اور جوابات کے لئے حیلہ سازی اور ناپسندیدہ بات کو طول دینے لگتا ہے،
یہاں تک کہ معاملہ آپس میں فرقت اور سخت دشمنی تک جا پہنچتا ہے۔

خصوصاً نماز اور اس کی بعض ہیئتیں اور افعال کے بارے میں پیدا شدہ
اختلاف، جیسے رفع الیدين اور عدم رفع الیدين وغیرہ جن میں سے اکثر
مستحب کے حکم میں ہیں، جب کہ مسلمانوں میں تفریق حرام اور الفت
پیدا کرنا واجب ہے۔

ان سب باتوں کو یہاں پیش کرنے کا مقصد بعض صورتوں اور مثالوں

کو پیش کرنا ہے۔ تدابیر اور آداب کی بات عنقریب آئے گی لیکن اس جیسے اختلافات میں نہ مدت کا سبب آپ بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ وہ یا تو حق کا انکار ہے یا غلبہ نفسانیت اور کچھ لوگوں کی بجای حمایت، ایسے اختلافات خالص حق کے لئے نہیں ہوتے۔

اختلاف مددوح:

مددوح یا محمود اختلاف سے مراد اہل کتاب، مشرکین اور فاسقوں اور بے ادبیں کی بھیات و حالات اور ان کے تیہاروں اور تقریبات کی مخالفت کرنا ہے۔ اور ایسی اور اس جیسی مخالفت قابل تعریف ہے اور شریعت میں مددوح و محمود ہی نہیں بلکہ شریعت کا مقصد بھی ہے، اور ان کی مشابہت اور تقبہ سے نہیں وارد ہوئی ہے۔

اختلاف جائز:

جازی اخلاف اجتہادی مسائل میں مجتہدین، یعنی فقہاء و مفتیان اور حکام کا اخلاف ہے۔ فرمائیں نبویہ میں سے اس صحیح حدیث کی طرف دھیان دیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا حَكِمَ الْحَاكِمُ فَأَصَابَ لَهُ أَجْرًا، وَإِذَا حَكِمَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرًا

"حاکم حب اپنے اجتہاد سے درست فیصلہ کر دے تو اسے دوہر اجر
ہے، اور جب فیصلہ میں چوک جائے تو اسے اکھڑا اجر ہے۔"

یہ صحیح حدیث مجتہد سے چوک ہو جانے کے امکان کی واضح دلیل
ہے۔ اور چوک ہونے کا مطلب ہوا اختلاف ہونا، خواہ وہ اس کے اور کسی
دوسرے کے درمیان ہو، یا اس کی رائے کے تبعین اور مخالفین کے
درمیان ہو۔ پھر مخالف کے لئے اجر کا ثبوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ
جانز اختلاف ہے ورنہ وہ کسی اجر کا مستحق نہیں ہوتا۔ اور ہمیں قریظہ کا واقعہ
تو مشہور و معروف ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں
جماعتوں کو برقرار رکھا۔ اور مسلمان علماء فقهاء اور حکام دور صحابہ سے اب
تک اصل اختلاف کا انکار کئے بغیر مسائل میں اختلاف کرتے آئے ہیں اور
آنکہ بھی کرتے رہیں گے۔ ذیل میں ہم اس کے کچھ نمونے بیان کر
رہے ہیں۔

(۱) امام زیہی نے سنن کبریٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
روایت کیا ہے کہ "ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے
تھے تو ہم میں سے کچھ لوگ روزہ دار ہوتے تھے اور کچھ افطار کرتے تھے۔
کچھ لوگ پوری نماز پڑھتے تھے اور کچھ قصر کرتے تھے، لیکن اس متضاد
عمل کے باوجود کوئی ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتا تھا۔"

(۲) امام مسلم نے بھی صحیح مسلم میں ابو خالد احر من محدث سے

روایت کیا ہے کہ میں سفر میں نکلا اور روزہ رکھ لیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ روزہ دبراو، تو میں نے کہا کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے تھے تو روزہ دار غیر روزہ دار اور غیر روزہ دار روزہ دار پر عیب نہیں لگاتا تھا۔ پھر میری ملاقات عبد اللہ ابی ملکیہ سے ہوئی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ایسی بات مجھے بتائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اختلافی مسائل:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان اختلاف کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، جو حصر سے باہر ہیں اور خصوصیت سے اس جیسی مختصر مجلس میں، لیکن میں کچھ ایسے قضیوں کی طرف اشارہ کروں گا جن میں کچھ نتیجہ خیز قضیے بھی ہیں اور جن کے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں، بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ امت کی روشن اور اس کے انجام کا دار و مدار اسی اختلاف کے نتائج پر ہے۔

مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں ان کا اختلاف یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا اذکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس کے قائل کو قتل کی حکمکی دیتے ہوئے تکوار سونت لی۔ جب کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو اس سلسلے میں چند آیتیں تلاوت فرمائیں اور کہا:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَلَا هُمْ مَيِّتُونَ﴾ ۱

"یعنی پیشک آپ کو موت آئی ہے اور انہیں بھی موت آئی ہے۔"

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِ الْرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ أَنْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ ۲

"اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟"

تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا یقین ہوا اور فرمایا کہ گویا میں نے اس سے پہلے اسے پڑھا ہی نہ تھا۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کی جگہ کے بارے میں ان کا اختلاف -

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے بارے میں ان کا زبردست اور معنی خیز اختلاف، اس سلسلے میں ثقیقہ بنو ساعدہ کا واقعہ تو مشہور ہی ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہاں ان کا اختلاف اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ کسی نے کہا "ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے اور

دوسرے نے کہا کہ ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو گے۔"

چنانچہ ہوا یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی، اور پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور جماعت جس نتیجہ پر پہنچی تھی اسے مان لیا گیا۔ کیونکہ ان کے مقاصد نیک تھے، اور نفسانیت ان سے دور تھی۔

یہ تھی صحابہ رسول اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم کی شان، جو برگزیدہ تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے پسند کیا تھا۔

☆ مانعین زکاۃ سے قال کے سلسلے میں ان کا اختلاف۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کے بعد کچھ نئے مسلم قبائل اسلام سے پھر گئے، اور کچھ قبائل جھوٹے مدعیان نبوت جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ کے پیرو ہو گئے، نیز کچھ قبائل زکاۃ ادا کرنے سے رک گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کہ ان سے قال کا عزم کر لیا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان سے قال کیسے کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ: "مجھے لوگوں سے قال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں۔ لہذا جو اس کا قابل ہو گیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال کی حفاظت کر لیا

مگر اس کے حق کے ساتھ، اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سخنے کے بعد بھی فرمایا کہ : واللہ میں اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکاۃ کے درمیان تفریق کرے گا، کیونکہ زکاۃ مال کا حق ہے۔ واللہ اگر وہ مجھ سے ایک رسی بھی روکیں گے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اسے روکنے پر ان سے لڑوں گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ عزم دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی رائے مان لی، اور آپ کی رائے پر صحابہ کا اتفاق ہو گیا اور اسلام کا وقار بڑھ گیا۔ بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے اور آپ کا عمل ضرب المثل بن گیا جس سے بحراں اور مصیبتوں میں استشهاد کرتے ہوئے کہا جانے لگا۔ رَدَّةُ وَلَا إِبَابُ لَهَا۔

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی فقہ:

دونوں نے مرتد ایروں کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے بر عکس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے اہل ارتداد کی خورتوں کو قیدی بنانے کی تھی، جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس مسئلے کے اندر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو توثیق دیا، اور انہیں ان کے گھر والوں کو واپس کر دیا۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر آپ نے تقدیم نہیں کی، کیونکہ اجتہادی

مسائل میں دونوں کا اپنا اپنا اجتہاد تھا۔

مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے بارے میں دونوں میں اختلاف رہا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مفتوحہ اراضی تقسیم کی گئیں، اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تقسیم نہیں ہوئیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے بعد کے لئے جانشین منتخب کیا، اور حضرت عمر نے جانشین نہیں بنایا، بلکہ معاملہ شوری کے پرداز کر دیا، اور یہ نقطہ نظر کا اختلاف ہے جیسا کہ معلوم ہے۔

حضرت عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما:

بھائیو! آپ کو معلوم ہے کہ عبد اللہ بن مسعود اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کتاب اللہ کے سب سے زیادہ قاری اور سنت رسول کے سب سے بڑے عالم تھے، لوگ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکثرت رہنے کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کرتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ زمانے تک ہم ابن مسعود اور ان کی ماں کو اہل بیت میں سمجھتے تھے کیونکہ وہ بکثرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے اور رہتے تھے۔ ابو مسعود بدربالی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن مسعود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو اس آنے والے شخص سے زیادہ قرآن کا جانے والا چھوڑا ہو۔ تو ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ : وہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے جب ہم سب غائب ہوتے تھے، اور انہیں اجازت ہوتی تھی جب کہ ہمیں روک دیا جاتا تھا۔ دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی فقہ اور جلالت شان میں معروف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کچھ اعمال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں میں سے ایک تھے۔ بہت سے اجتہادات میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی، یہاں تک کہ فقہ اسلامی کے مورخین نے انہیں صحابہ کرام میں حضرت عمر سے سب سے زیادہ متاثر مانا ہے۔ اور اکثر دونوں اپنے اجتہادات اور انداز استدلال میں متفق بھی ہوتے تھے، اور اکثر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذہب کی طرف بعض مسائل میں رجوع بھی کیا ہے مثلاً: "مقاسمة الحدو الاحوة" کے مسئلے میں کبھی ثلث کی طرف اور کبھی سدس کی طرف۔

پھر بھی دونوں نے بہت سے مسائل میں اختلاف بھی کیا ہے۔ اور ان کے چند اخلاقی مسائل یہ ہیں کہ:

☆ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حالت رکوع میں اپنے دونوں ہاتھوں کی تطبیق کرتے تھے۔ اور انہیں گھٹنوں پر رکھنے سے روکتے تھے جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں گھٹنوں پر رکھتے تھے اور تطبیق سے روکتے تھے۔

☆ ابن مسعود رضي الله عنه کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ "تم مجھ پر حرام ہو" تو یہ بیکین اور قسم ہے، جب کہ حضرت عمر رضي الله عنه اسے ایک طلاق مانتے تھے۔

☆ ابن مسعود رضي الله عنه ایسے شخص کے بارے میں جس نے کسی عورت سے زنا کیا پھر اس سے شادی کر لی ہو یہ فرماتے تھے کہ جب تک دونوں ساتھ رہیں زنا کار ہوں گے، جب کہ حضرت عمر کا خیال یہ نہیں تھا، بلکہ وہ پہلی حالت کو زنا اور دوسری حالت کو نکاح مانتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر رضي الله عنه کے درمیان مختلف فیہ مسائل کو سو سے زیادہ شمار کیا ہے۔ لیکن اس قدر اختلاف کے باوجود ایک کے نزدیک دوسرے کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ ایک دوسرے کے احترام اور تعلق دوستی میں کوئی کمزوری آئی۔

دیکھئے یہ ابن مسعود ہیں، ان کے پاس دو شخص آتے ہیں، ایک نے حضرت عمر رضي الله عنه کے پاس پڑھا ہے، اور دوسرے نے کسی اور صحابی کے پاس۔ تو جس نے حضرت عمر رضي الله عنه کے پاس پڑھا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے عمر بن الخطاب نے ایسے پڑھایا ہے۔ یہ سن کر ابن مسعود رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ جیسے عمر رضي الله عنه نے پڑھایا ہے ویسے ہی پڑھو، کیونکہ وہ اسلام کا ایسا

مضبوط قلعہ تھے جس میں لوگ داخل ہو کر نکلتے نہیں تھے، لیکن جب ان کی شہادت ہو گئی تو قلعہ میں شگاف پڑ گیا۔

اسی طرح ایک دن کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود آرہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، جب انہیں آتے دیکھا تو کہنے لگے: "کنیف ملئے علماء اور فقہاء" یعنی آپ علم و فقہ کا پڑارہ (یعنی لبریز) ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے:

کنیف ملئے علماء آثرت به اہل القادریۃ
"یعنی آپ علم کا پڑارہ ہیں۔ میں نے انہیں قادریہ (کے مجاہدین)
کے حوالہ کر دیا ہے۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نظریہ تھا۔ اور چند مسائل میں اختلاف نے ان کے آپس کے احترام و محبت میں اضافہ ہی کیا تھا۔

ہمارے لئے ممکن ہے کہ ان واقعات سے ان تمام ترالیے آداب کا استنباط کریں جو اختلافی معاملات کے حل کے لئے مشعل راہ ہوں۔

عبداللہ بن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم:

حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب بھی یہی تھا کہ میراث میں باپ

ہی کے مانند دادا بھی سمجھی بھائی اور بہنوں کو ساقط کر دیتا ہے۔

اور حضرت علی، عبد اللہ بن مسعود اور کچھ دیگر صحابہ کے مانند زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ بھائی دادا کے ساتھ وارث ہوتے ہیں اور وہ اس کے سبب محبوب نہیں ہوتے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک روز کہا کہ "تعجب ہے، زید بن ثابت کو اللہ کا خوف نہیں، بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے کو بیٹا بناتے ہیں اور باپ کے باپ یعنی دادا کو باپ نہیں بناتے۔"

بلکہ ایک روز ابن عباس کہنے لگے کہ "میں چاہتا ہوں کہ میں اور وہ لوگ جو میراث کے اس مسئلہ میں میری مخالفت کرتے ہیں کیجا ہوں اور اپنا ہاتھ جراسود پر رکھ کر مقابلہ کریں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کریں۔"

ابن عباس نے جن کو اپنے اجتہاد کی صحت اور زید بن ثابت کے اجتہاد کی چوک پر اس قدر اعتماد تھا ایک روز زید بن ثابت کو سواری پر دیکھا تو اس کی رکاب کیڑلی اور لے کر چلنے لگئے۔ اس پر زید بن ثابت نے کھا اے پچازاد رسول چھوڑ دیئے، تو ابن عباس فرماتے ہیں کہ "ہمیں اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر زید بن ثابت نے کہا کہ اچھا مجھے اپنا ہاتھ دکھائیے اور ابن عباس نے اپنا ہاتھ نکالا تو زید بن ثابت نے اسے چوم لیا اور فرمایا کہ ہمارے نبی کے اہل بیت کے ساتھ ہمیں یہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

جب زید بن ثابت کا انتقال ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے ہی علم کا خاتمہ ہو گا۔ بلکہ سنن کبریٰ بیہقیٰ کی روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے ہی علم کا خاتمہ ہوتا ہے، آج بہت سا علم دفن کر دیا گیا۔

الغرض یہ تھے فقہی اختلافات کے چند نمونے اور مخالفین کے موقف کی چند مثالیں۔

پُر آشوب دور میں اختلاف کا ادب و سلیقہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو فتنے رو نما ہوئے وہ سبھی کو معلوم ہیں، اور ہمارا نہ ہب اہل سنت والجماعت کے ماتند صحابہ کرام کی باہمی آوریزش کے متعلق سکوت اور خاموشی کا ہے۔ لیکن ان فتنوں میں شعوبی، دین مخالف، وسیسه کار اور ہوا پرستوں نے جو غبار آلود و فضای میں شکار کیا کرتے ہیں، شکار کیا۔ اور اسی بنا پر کئی ایسے قصے اور واقعات مل جائیں گے جو ایک منصف کے صاف ذہن کو مکدر اور تیرہ بنا دیتے ہیں۔ بلکہ کرید کرنے والے کو ان میں ایسے اغراض و مقاصد اور اہداف مل جاتے ہیں جن کے پس پر وہ دین کو منہدم کرنا اور ان صحابہ رسول کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے منتخب کیا تھا۔

لیکن اگر تم انصاف کی نظر سے دیکھو گے تو اس کے بر عکس یہ پاؤ گے

کہ اگرچہ تکوار بلند ہوئیں اور خون بنتے، پھر بھی یہ حقیقت سامنے آئے گی اور اور اگ اسی بات کا ہو گا کہ جو کچھ ہوا وہ اجتہاد کی حد سے آگے نہیں بڑھا، اور دین اور صحت عقیدہ میں الزام کی حد تک نہیں پہنچا۔

مشہور اموی حاکم مردان بن حکم کہتا ہے کہ:

"میں نے فاتحین میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو معزز نہیں دیکھا، ہم تو جنگ جمل کے روز شکست کھا کر پیچے بھاگ رہے تھے اور ادھر ایک منادی اعلان کر رہا تھا کہ: زخمیوں کو تدعیہ کیا جائے۔"

ایک اور قصہ سنو:

جنگ جمل جو حضرت علی اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی، جنگ کے بعد عمران بن طلحہ حضرت علی کے پاس آتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ انہیں مبارک باد دیتے ہیں اور اپنے قریب کر لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہارے والد طلحہ کو ان لوگوں میں شامل کرے گا جن کے بارے میں اس کا ارشاد ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِيلٍ إِلَّا خَوَافِعٌ شُرُورٌ مُنْفَذِينَ﴾
"ہم ان کے سینوں کے بغض و حسد کو ختم کر دیں گے، وہ مند پر

۱ سورہ الجبر - ۲۷

آمنے سامنے بھائی بھائی بن کر بیٹھے ہوں گے۔"

پھر ان سے طلحہ کے اہل بیت کے بارے میں فرد افراد اور ان کے غلاموں اور امہات الاولاد (لوئڈیوں) کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ بھیجے بتاؤ کہ فلاں کی حالت کیا ہے اور فلاں عورت کی حالت کسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

حاضرین میں سے جنہیں صحبت نبوی کا شرف حاصل نہیں تھا، اور محمدی تربیت کے معانی نہیں سمجھتے تھے تجب کرنے لگے۔ بلکہ ان حاضرین میں کنارے بیٹھے دو شخص کہنے لگے: اللہ اس سے زیادہ عادل ہے۔ کل تک آپ ان سے لڑتے رہے اور جنت میں بھائی بھائی ہو جاؤ گے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر بھڑک جاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں: تم دونوں اٹھو اور کسی دور و دراز علاقے میں جا کر رہو، تم میری مجلس میں رہنے کے لائق نہیں ہو۔ اگر میں اور طلحہ ایسے نہ ہوں تو پھر کون ہے، بتاؤ پھر کون ایسا ہے؟

ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں ان کے مخالفین کے بارے میں دریافت کرتا ہے کہ کیا وہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ جواب دیتے ہیں کہ وہ تو شرک ہی سے بھاگ کر مسلمان ہوئے تھے۔

سوال کرنے والا پھر کہتا ہے کہ تو کیا وہ منافق ہیں؟
آپ جواب دیتے ہیں کہ منافقین اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ اس
نے کہا: پھر وہ لوگ کیا ہیں؟
تو آپ فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے بھائی ہیں، فرق یہ ہے کہ انہوں نے
ہم پر زیادتی کی۔

عمر بن یاسر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما:

ایک شخص نے حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہما کے رو بروام المونین
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی اہانت کی، جب کہ وہ جنگ جمل میں ان کے
 موقف کے مخالف تھے جیسا کہ سب جانتے ہیں، تو وہ فرماتے ہیں:

”ذلیل، نکے چپ رہو، کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو
تکلیف دے رہے ہو؟ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ جنت میں آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیوی رہیں گی، ہمیں یقین ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں۔ ہاں ہماری ماں حضرت عائشہ نے جو روش
اپنائی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک آزمائش تھی کہ آیا اس کی
فرمانبرداری کرتے ہیں یا ان (عائشہ رضی اللہ عنہما) کی۔“

بھلا اب کون سا اوب باقی رہ گیا جس کا انتظار کیا جائے؟

حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما:

حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں چشمک و اختلاف کے باوجود امیر معاویہ کو کوئی پس و پیش نہیں تھا کہ اپنے مشکل مسائل کے حل کے لئے ان کے پاس استفقاء روانہ کریں۔

امام مالک اور امام تیمیقی نے سعید بن الحسین سے روایت کیا ہے کہ ابن خبیری نامی ایک شامی شخص نے ایک شخص کو اپنی بیوی کے پاس پایا اور اسے قتل کر دیا، یادوں کو قتل کر دیا اور امیر معاویہ کے لئے اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا، تو انہوں نے ابو موسیٰ اشعری کے پاس لکھ بھیجا کہ اس بارے میں حضرت علی سے مسئلہ دریافت کریں۔ جب ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے علاقہ کا معاملہ تو نہیں ہے، لہذا پہلے تم مجھے اس کی حقیقت بتاؤ، تب ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ میرے پاس حضرت معاویہ کا خط آیا ہے کہ آپ سے معلوم کروں، تو حضرت علی نے فرمایا کہ میں ابو الحسن ہوں، اگر وہ چار گواہ نہ پیش کرے تو اسے قصاص کے لئے مقتول کے درستہ کے حوالہ کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا خون مکمل طور پر حرام کیا ہے، لہذا جس پر کسی مسلمان کا قتل کرنا ثابت ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ اس کا قتل واجب تھا تو اس کی یہ بات تسلیم نہیں ہو گی جب تک وہ اپنے دعوے کا ثبوت نہ پیش کرے، کیونکہ اس دعوئی سے وہ اپنے اوپر

سے تقاض اتحاد بینا چاہتا ہے۔
امیر معاویہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رو رہے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے رب کی آغوش رحمت میں چلے جانے کے بعد جب حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے جھگڑے بند ہو گئے تو ضرار بن حمزہ کنانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے ہیں، معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف پوچھتے ہیں۔ ضرار کہتے ہیں کہ امیر المؤمنین مجھے معاف فرمائیے، یعنی مجھ سے یہ بات نہ پوچھئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نہیں میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ ضرار بن حمزہ کہتے ہیں کہ جب بیان کئے بغیر کوئی چارہ نہیں تو سنئے: بَخْدَا وَهُلْنَدْ بَهْتَ أَوْرَ بَرْزَءَ طَافَتْ وَرَتَّهَ، إِنْ كَيْ بَاتْ فِي صَلَمَهَ كَنْ أَوْرَ حَكْمَ عَادَلَهَ هُوتَ تَحَا، إِنْ كَيْ پَهْلَوَؤْلَ سَعْلَمَ كَيْ چَشَّيْ إِبلَ رَهَتَ تَحَهَّ أَوْرَ حَكْمَتْ إِنْ كَيْ أَرْدَگَرَدَ سَعْرَدَ دَوَالَ دَوَالَ تَحَقَّيَ، وَهُدْنَيَا أَوْرَ اسَ كَيْ شَادَابَيَ سَعْ دَحَّتَ كَرَتَتَ تَحَهَّ، أَوْرَ رَاتَ أَوْرَ اسَ كَيْ تَارِيَكَيَ سَعْ اَنْسِيَتَ رَكَتَتَ تَحَهَّ، وَاللَّهُ وَهُدْبَرَ سَعْ اَشْكَبَارَ أَوْرَ دَرَازَ فَلَرَ تَحَهَّ، اَنْيَيْ هَتَّلِيَيَا لَتَّهَ پَلَيْ أَوْرَ اپَنَے لَفَسَ كَوْنَمَاطَبَ كَرَتَتَ تَحَهَّ، اَنْهِيَيْ مَعْمُولَيْ لَبَاسَ أَوْرَ مُونَاكَهَنَأَ پَسَنَدَ تَحَا، وَاللَّهُ وَهُهَارَے جِیسے ہی ایک فرد تھے، جب ہم آتے تو ہمیں قریب کر لیتے اور جب ہم کچھ سوال کرتے تو جواب دیتے تھے، ہماری ان کی قربت کے باوجود ان کی ہیبت کے سبب ہم ان سے بات نہیں کر پاتے تھے، اگر

مُسکراتے تو پروئی ہوئی موتیوں بچھے دانتوں سے مُسکراتے، دین داروں کی عزت کرتے اور غریبوں سے محبت کرتے تھے، طاقتو ران سے اپنے باطل کی امید نہیں لگاتا تھا اور کمزور ان کے عدل سے نامید نہیں ہوتا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بننا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک مرتبہ انسیں دیکھا ہے جب کہ رات نے اپنے پردے لٹکا لئے اور ستارے جھلملائے وہ اپنے مصلی پر داڑھی پکڑے جھوم رہے تھے، اور سانپ کاٹے ہوئے کے مانند بل کھا رہے تھے اور غمزدہ کے مانند رو رہے تھے، گویا ان کی آواز میرے کانوں میں اب تک گونج رہی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں: اے میرے رب، آے میرے رب، اور دنیا کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں: تو نے مجھے چھیرا ہے، تو نے میری طرف جھانکا ہے، افسوس در افسوس، تو میرے سوا کسی اور کو فریب دے، میں نے تجھے تین بائیں طلاق دے دی ہے تیری عمر کو تاہ ہے، تیری مجلس حقر ہے، تیرا خیال معمولی ہے، آہ آہ، تو شے کی کی، سفر کی دوری اور راہ کی وحشت!

یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسوان کی داڑھی پر ٹپک پڑے اور وہ ان پر قابو نہیں پا رہے تھے، اور انہیں اپنی آسمیں سے پوچھ رہے تھے، بلکہ رونے کے سبب حاضرین مجلس کا گلا بھی رندھ گیا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حقیقتاً ابو الحسن (علی) رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی تھے۔ ضرار، اب تم مجھے بتاؤ کہ ان کی وفات پر تمہارے غم کی

کیفیت کیا ہے؟ ضرار بن حمزہ نے کہا کہ اس ماں کے غم کے مانند ہے جس کی آنغوш میں اس کا بچہ مل ذبح کر دیا جائے کہ نہ اس کا آنسو حتم رہا ہو اور نہ اس کے غم کو سکون ہو رہا ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد سلف صالحین:

یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف اور اس کا سلیقه اور اس اختلاف میں ان کے موقف اور اس وقت تعامل کے سلسلے میں ان کے ادب کے مذاپارے اور نمونے تھے، ان کے بعد سلف صالحین رضوان اللہ علیہم بھی اسی روشن پر چلے۔

حصین بن عبد الرحمن کا واقعہ:

حصین بن عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے پاس تھا تو انہوں نے فرمایا کہ کس نے اس ستارے کو دیکھا ہے جو رات ٹوٹا؟ میں نے کہا کہ میں۔ پھر میں نے کہا کہ میں تجد میں نہیں تھا بلکہ مجھے ڈس لیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا پھر کیا کیا؟ میں نے کہا کہ جھاڑ اور دم کر لیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں ایسا کیا؟ میں نے جواب دیا: ایک حدیث کے سبب جو امام شعبی نے ہم سے بیان کی ہے۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی حدیث ہے؟ میں نے کہا کہ انہوں نے بریدہ بن حصیب کے واسطے

لے کتاب کے مطبوعہ نسخوں میں دلہ حاکے بجائے واحد حاکے، اصل کتاب کے ناظرین صحیح فرمائیں۔

سے ہمیں بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"لا رقیة إلا من عین أو حمه" یعنی جھاڑ پھوک صرف نظر بد اور زہر کے سبب جائز ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جس نے خود شنیدہ حدیث پر عمل کر لیا بہتر کیا۔

میرے محترم بھائیو! اللہ تم پر رحم کرے۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر دھیان دو کہ "جس نے خود شنیدہ حدیث پر عمل کر لیا بہتر کیا۔" یعنی جس نے اس علم کو حاصل کر لیا جو اسے پہنچا تھا اور اسی پر عمل بھی کر لیا تو اس نے اچھا کیا، کیونکہ اس نے اپنے فرض کو تھا ایسا اور اپنے حاصل شدہ علم پر عمل کیا، برخلاف اس شخص کے جو نادانی پر عمل کرتا ہے، یا برخلاف اس شخص کے جو علم کے باوجود عمل نہیں کرتا، ایسا شخص تو غلط کار اور گناہ کار ہے۔

علامہ سلیمان بن عبد اللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کتاب التوحید کی شرح "تيسیر العزیز الحمید" (ص ۱۰۳، ۱۰۵) میں لے لکھتے ہیں کہ :

لے کتاب میں غلطی سے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التوحید کے سائل کا حوالہ دیا گیا ہے نیز عبارت میں بھی کچھ سقط ہے، یہاں اس کی صحیح کرنی گئی ہے اور مؤلف حفظ اللہ کو اس کی خبر کر دی گئی ہے جس کیلئے مؤلف ہمارے شکر گذار ہیں۔ وہ کذا لیکن آدب الحلال و الحرام بین المسلمين۔

"اس واقعہ سے سلف صالحین کے علم، حسن ادب اور سیرت و کردار کی فضیلت اور تعلیم و تبلیغ میں تلطف، اور ایک جائز و مشروع مسئلہ کے بال مقابل دوسرے افضل طریقہ کار کی رہنمائی پر روشنی پڑتی ہے۔ نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے حاصل شدہ جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے وہی بہتر ہے، فقهاء مذاہب وغیرہ کی موشاگافیوں کی معرفت پر کوئی عمل موقوف نہیں ہے۔"

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں:

اور ہم نے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے اختلافات کے بارے میں بتایا تاریخ و سیرت کی کتابیں ان سے بھی پڑی ہیں، اور ان میں گندے پانی میں شکار کرنے والوں کے لئے بھی جو گنجائشیں ہیں ایسے ہی ائمہ سلف رضوان اللہ علیہم اور خصوصیت سے ائمہ متبویین کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ لہذا ان میں سے بعض کی تنتیقیں کی گئی، یا تعصب کے نتیجے میں ان میں سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا۔ لیکن جو بنظر انصاف غور کرے گا وہ اس کے برخلاف پائے گا۔

مثلاً یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ اہل الرأی میں جس مرتبہ کے ہیں ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں، امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن الجحاج رحمۃ اللہ علیہ ان کی توثیق کرتے ہیں اور ان کے بیان کے خواہش مند ہیں اور جب انہیں امام ابو حنیفہ کی وفات کی خبر پہنچتی ہے تو

کہتے ہیں "ان کے ساتھ کوفہ کی فقہ کا خاتمہ ہو گیا، اللہ ان پر اور ہم پر اپنا نصل و رحم فرمائے۔"

ایک شخص نے مسیح بن سعید القطان رحمہ اللہ علیہ سے ابو حنیفہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم الہی کے بغیر کسی دوسری شیٰ سے زینت حاصل نہیں ہو سکتی۔ بخدا ہم جب ان میں کوئی بھلی بات دیکھتے تو لے لیتے تھے۔"

مطلوب یہ ہے کہ اختلاف اور آراء و اقوال میں عدم موافقت کسی مخالف کی بھلی بات قبول کرنے اور کوئی قول اس کی طرف منسوب کرنے سے مانع نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے عثمان البنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ وہ "مقارب" شخص تھا۔ اور ابو شبرمه کے بارے میں پوچھا گیا تو یہی جواب دیا۔ پھر ابو حنیفہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ: "اگر وہ مسجد کے ان ستونوں

۱۔ مقارب، یا مقارب الحدیث اصول حدیث کی اصطلاح میں تعدل کے الفاظ میں سے ہے۔ اس لفظ کا ایسے راوی حدیث پر اطلاق ہوتا ہے جس کی حدیث شاذ اور مکرر نہ ہو، بلکہ اس کی حدیث دوسرے راوی کی حدیث جیسی ہو یا دوسرے راوی کی حدیث اس کی حدیث کے قریب تریب اور مانند ہو۔

بعض محدثین کے نزدیک مقارب راء کے کسرہ کے ساتھ تعدل اور شیخ کے ساتھ جوں کے الفاظ میں سے ہے (ابوالقاسم)

کے بارے میں (جو کہ پھر کے ہیں) لکڑی کا ہونے پر تم سے مناظرہ کرنے لگیں تو تم انہیں لکڑی سمجھنے لگو گے۔"

یہ قیاس میں ان کی مہارت کی طرف اشارہ ہے لہ

رہے امام شافعی رحمہ اللہ تو ان سے ان (یعنی ابو حنیفہ رحمہ اللہ) کے بارے میں یہ قول بکثرت مروی ہے کہ : "الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفة" یعنی لوگ فقہ میں ابو حنیفہ پر اعتماد اور بھروسہ کرنے والے ہیں ہے امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے مابین :

رہا امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا معاملہ تو اس سلسلے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالک بن انس میرے معلم ہیں۔ انہیں سے میں نے علم حاصل کیا ہے۔ اور جب علماء کا ذکر آئے تو امام مالک شریاستارہ ہیں۔ اور میرے نزدیک مالک بن انس سے زیادہ مامون کوئی نہیں ہے۔

اور فرماتے تھے کہ جب امام مالک کے واسطے سے حدیث ملے تو اسے اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوط کپڑا لو۔ کیونکہ اگر کسی حدیث میں شک ہو

سا مترجم کے خیال میں یہ مقولہ "ماہنہ العین الملاحة التي تبعث قبلكم" یعنی یہ کون سا کھارا چشم آپ کے یہاں اہل پڑا ہے کی طرح امام مالک رحمہ اللہ علیہ کی طرف سے امام ابو حنیفہ پر دلیل درست تکمیلی جرح ہے۔ فافهم و تذیر

لہ یہ تو لفظ "عیال علی ابی حنیفہ" کا معنی ہوا، دیگر روایتوں میں "عیال ابی حنیفہ" آیا ہوا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کی کفالت میں ہیں۔ الغرض امام شافعی کا یہ مقولہ بہت ہی ذوقی ہے۔ فاففهم و تذیر (مترجم)

جاتا تھا تو مالک بن انس پوری حدیث ہی ترک کر دیتے تھے -
امام مالک اور امام شافعی کا ایک مشہور واقعہ :

امام شافعی کی عمر ۵۱ سال تھی، یہ ان کا طالب علمی کا دور تھا، اساتذہ کی صفت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اسی وقت کی بات ہے کہ امام مالک سے ایک شخص کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جس نے کوئی بلبل اس شرط پر خریدی کہ وہ برابر چچھاتی رہے گی مگر وہ دن کے کچھ وقت میں چچھاتی ہے۔ امام مالک نے جواب دیا کہ اسے بلبل واپس کر دینی جائز ہے۔

سائل یہ مسئلہ دریافت کر کے جانے لگا تو اس کی ملاقات شافعی رحمہ اللہ علیہ سے ہوئی، انہوں نے اس سے پوچھا کہ دن میں زیادہ تر چچھاتی رہتی ہے یا اکثر خاموش رہتی ہے؟ اس نے کہا کہ زیادہ تر چچھاتی رہتی ہے۔ تو امام شافعی نے جواب دیا کہ اسے واپس کرنے کا اختیار نہیں۔

سائل یہ سن کر امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے پاس گیا اور بولا کہ میرے مسئلے پر غور کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میری رائے وہی ہے جو میں نے تمہیں بتا دی۔ اس نے کہا کہ دروازے پر آپ کا ایک شاگرد ہے جو کہتا ہے کہ وہ مجھے بلبل واپس نہیں کر سکتا۔ امام مالک نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاو۔ اور امام شافعی حاضر کئے گئے تو فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ وہ واپس نہیں کر سکتا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے آپ کو اسناد ذکر کرتے ہوئے حدیث بیان کرتے سنائے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فاطمہ قرشیہ سے فرمایا کہ ابو جہنم اپنا ڈنڈا شانے سے نہیں اتارتے۔ اور معاویہ غریب ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے۔ تم اسامہ سے شادی کرلو۔
 امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں تمہاری بات کی کون سی دلیل ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ ڈنڈا شانے سے نہیں اتارتے یعنی بہت سفر کرتے تھے۔ مگر وقتاً فوقاً مقیم رہتے تھے، لیکن ان کے بیشتر اوقات سفر میں گزرتے تھے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسعت کے طور پر ان کے بیشتر حالات کے لحاظ سے پورے حالات کو تعبیر کر دیا اور زبان عرب میں ایسی وسعت جائز ہے۔ تو اسی وجہ سے میں نے کہا کہ جب دن کے اکثر حصے میں اس کا چیخھانا ہوتا ہے تو واپس نہیں کی جائے گی، کیونکہ اسے پورے سے تعبیر کیا جائے گا۔

امام شافعی کے دور طالب علمی کا یہ استدلال سن کر مسلم بن خالد زنجی نے ان سے کہا کہ اب تم فتویٰ دو، تمہارے فتویٰ دینے کا وقت ہو گیا۔

امام مالک رحمہ اللہ علیہ اپنے اس شاگرد یا اس طالب علم کے اپنے مسئلے کو روکرنے پر ناراض نہیں ہوئے۔ اور نہ اسے مسئلے بتانے سے روکا بلکہ اسے قبول کر لیا۔

یہ واقعہ مزید کسی حاشیہ آرائی کا محتاج نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہا کا معاملہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ بھی ایسے ہی مشہور ہے۔ عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ شافعی کون شخص تھے کہ میں اکثر آپ کو ان کے حق میں دعاء کرتے ہوئے سنتا ہوں؟ تو فرمایا کہ بیٹھے! شافعی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے لئے آفتاب اور لوگوں کے لئے عافیت کے مانند تھے۔ لہذا تم خود غور کرلو کہ ان دونوں کا کوئی جانشین یا بدل ہے؟

صالح بن امام احمد کہتے ہیں کہ مجھ سے بیکھی بن معین کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تمہارے والد جو کر رہے ہیں اس سے شرما تے نہیں؟ میں نے کہا کیا کر رہے ہیں؟ کہا کہ میں نے دیکھا کہ شافعی سواری پر ہیں اور وہ ان کے سواری کی لگام پکڑے پیادہ چل رہے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے یہ بات کہی تو انہوں نے فرمایا کہ ان سے (بیکھی بن معین سے) ملو تو کہو کہ میرے والد آپ سے کہتے ہیں اگر فقیرہ بتا چاہتے ہو تو آؤ اور دوسری طرف سے تم ان کی رکاب پکڑ لوا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مجھ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں ہوتی تو میں امام شافعی کا قول بتا دیتا ہوں کیونکہ وہ قریش کے عالم و امام ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے بارے میں امام احمد کی یہ رائے تھی، اور یہ تعجب کی بات نہیں کہ شاگرد اپنے استاذ پر فریقتہ ہو، اور اس کے علم و فضل کا معترض ہو۔ لیکن خود امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کو امام احمد رحمہ اللہ علیہ کی شاگردی ان کے فضل اور معرفت حدیث کے اعتراف سے منع نہیں ہوئی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ تم حدیث و رجال میں مجھ سے زیادہ جانکار ہو۔ لہذا جب حدیث صحیح ہو تو مجھے بتاویا کرو خواہ وہ کوئی حدیث ہو یا بصری یا شامی۔ اگر وہ حدیث صحیح ہو گی تو اسے ہی میں اپنا مذہب قرار دوں گا۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ امام احمد رحمہ اللہ علیہ کے واسطے سے جب کوئی حدیث روایت کرتے تو احتراماً ان کا نام نہ لیتے بلکہ فرماتے۔

حدثنا الثقة من أصحابنا أو أخبرنا الثقة

"یعنی ہمارے ثقہ دوست نے یہ حدیث بیان کی ہے یا ہمیں یہ خبر دی ہے۔"

الغرض یہ ہم عصر وہ کے چند نمونے ہیں۔ صحابہ ہم عصر تھے اور ساتھی تھے۔

امحمد بھی باہم ساتھی تھے۔ اہل علم کی کتابیں ان جیسے نمونوں سے بھری پڑی ہیں لیکن یہاں بسط و تفصیل کا موقع نہیں، البتہ اس کے کچھ اہم نقوش کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔

آخر مسلمین کے سلیقہ اختلاف کے چند نقوش:

ائمه نے بہت سے اجتہادی امور میں اختلاف کیا ہے، اور ان سے پہلے صحابہ تابعین بھی بہت سے اجتہادی امور میں اختلاف کر چکے ہیں۔ لیکن وہ سب کے سب ہدایت پر ہیں جب تک ان کا اختلاف تفریق و انتشار اور شہوت و نفسانیت پر نہ ہو، وہ لوگ رضاۓ الہی اور حق یا بی کے لئے پوری کوشش کرتے تھے۔ اسی سب سے ہر زمانے کے علماء اجتہادی مسائل میں مفتیوں کے فتوے قبول کر لیتے تھے اور مصیب کو درست قرار دیتے تھے اور چوک کرنے والے کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور سب سے حسن ظن رکھتے تھے۔

یہ لوگ قاضیوں کے فیصلے کو کسی بھی مذہب پر تسلیم کر لیتے تھے۔ اور قاضی اپنی صواب دید سے بغیر کسی پریشانی اور تعصب کے برخلاف بھی فیصلہ دیا کرتے تھے۔ خصوصاً ان مسائل میں جو زیادہ مشکل ہوا کرتے تھے۔

میں اس سلسلے میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا جس کی جانکاری طلبہ کے لئے زیادہ مناسب ہے اور وہ ہے فقہی مذہب کی تالیفات اور کتب فتاویٰ کے درمیان تفریق کی بات۔ چنانچہ عموماً مدونات فقیہہ جو کسی مخصوص مذہب کے قواعد کے مطابق ہوتی ہیں وہ کسی ایک طریقہ کی پابندی ہوتی ہے اور کسی ایک ایسے منع کو لازم پکڑتی ہیں جن میں

خلف سے سلف کی ایک راہ کی حکایت کی جاتی ہے۔

رہے فتاوے اور نوازل تو یہ بہت مختلف ہوتے ہیں اور ان میں اکثر اجتہاد دیکھا جاتا ہے اگرچہ مؤلف سمجھتا ہے کہ وہ مطلق اجتہاد کا اہل نہیں ہے لیکن جب فتویٰ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دی کے لئے حاضری کو یاد کرتا ہے۔

اور اسی لئے کتب نوازل میں ایسے فقہی ذخیرے ہیں جو کسی خاص فقہی مذہب کی تصنیفات سے بہت مختلف ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس پر طالب علم کو آگاہ رہنا چاہیئے۔ اور اسی سے اس شخص کی کھلی ہوئی ترویید ہوتی ہے جو کہتا ہے اجتہاد کے دروازے بند ہیں۔ اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقهاء امت رحمۃ اللہ علیہم لوگوں کی مشکلات اور صورتیں میں ان کے ساتھ رہتے تھے، کیونکہ فتاوے اور نوازل پیش آئندہ قضیے پر توجہ دیتے ہیں۔ لہذا جب کوئی واقعہ پیش آتا یا مشکل سامنے آتی تو عالم غور و خوض کرتا اور اجتہاد کرتا اور بصیرت سے کام لیتے ہوئے بسا وقات اپنے مذہب کی مخالفت کر جاتا تھا۔

اس سلسلے میں امام بہوتی حنبلی رحمہ اللہ علیہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ان سے ایک استفقاء کیا گیا تو حنبلی مذہب کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس پر کسی نے عتاب کرتے ہوئے انہیں لکھا کہ "آپ نے یہ فتویٰ دیا ہے" جبکہ آپ کی کتاب "کشف القناع" میں ایسے ایسے ہے لہذا فتویٰ مذہب کے

۱۸۹

موافق نہیں ہے۔ اس پر امام بہوتی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سخت جواب دیا اور فرمایا کہ: کوئی ہو کے نیل سے کہدو کہ میں کتاب تالیف کرتے وقت اپنے مذہب کی روشن پر چلا، اور فتویٰ دیتے وقت اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا۔

ایسے ہی جب علماء رحمۃ اللہ - فیصلہ کرتے تھے تو کبھی کبھی مرد جہ مذہب کا التزام نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ قضاۓ تالیف و تصنیف سے الگ چیز ہے۔ لہذا قاضی اور مفتی اپنے مسلک کے خلاف بھی بغیر کسی تعصُّب و تردُّد کے اپنے نزدیک راجح مسائل کو لیا کرتے تھے۔ کیونکہ سبھی ایک چشمے سے سیراب ہوتے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر و پیشتر اپنے مختار مذہب کو اس جیسے الفاظ سے پیش کرتے تھے: "یہ احوط ہے" یا "یہ احسن ہے" اور یہ "مناسب ہے" یا "مناسب نہیں" یا "اسے ہم مکروہ سمجھتے ہیں" یا "یہ مجھے پسند نہیں" وغیرہ۔ کیونکہ ان کے یہاں نہ کوئی تنگی تھی، نہ تہمت و افتراء اور نہ ایسی رائے پر کوئی روک اور پابندی تھی جس کا کسی نفس شرعی پر دار و مدار ہو۔ بلکہ ان کے نزدیک وسعت افق اور سہولت و آسانی یہ نظر تھی۔

صحابہ کرام اور تابعین رضوان اللہ علیہم اور ان کے بعد کچھ لوگ (نماز میں) بسم اللہ پڑھتے تھے اور کچھ نہیں پڑھتے تھے اور کچھ لوگ اسے بہ آواز پڑھتے تھے اور کچھ لوگ پنجی آواز سے، کچھ لوگ فخر میں قتوت

کرتے تھے، کچھ قوت نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ نکیر و فے اور پچھنا لگوانے سے وضوء کرتے تھے اور کچھ نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ اونٹ کا گوشت کھانے اور آگ پر کپی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرتے تھے اور کچھ نہیں کرتے تھے۔ لیکن ان سب بالوں نے کسی کو دوسرا کے پیچھے نماز پڑھنے سے نہیں روکا۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، اور امام شافعی اور دیگر ائمہ، مدینہ کے مالکی ائمہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ سر ایسا جھرأبسم اللہ پڑھنے کا التزام نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے پچھنا لگوا کر نماز پڑھائی، امام ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی اور نماز نہیں دھرائی حالانکہ ان کے زندگیک پچھنا لگوانا ناقص وضو ہے (اور جب ان سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ میں نے سوچا کہ اپنے بھائی اہل مدینہ کے مسلم پر عمل کرلوں)۔

امام احمد رحمہ اللہ علیہ بھی نکیر اور پچھنا لگوانے سے نقض وضو کے قائل تھے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ اگر امام کا خون نکل آئے اور وضو نہ کرے تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بھلامیں کیسے امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا؟ گویا یہ اشارہ تھا کہ امام مالک اور سعید المسیب دونوں خون نکلنے سے وضو کے قائل نہیں تھے۔ بلکہ بعض روایات میں تو معاملہ اس سے بھی

زیادہ و سیع ہے۔

ابن قدامہ اپنی کتاب "روضۃ الناظر فی اصول الفقہ" میں فرماتے ہیں کہ جس مفتی سے استفشاء کیا جائے اور اس کے فتوے میں مستفتی کیلئے وسعت نہ ہو تو اس کو اس شخص کے سپرد کر دینا چاہیئے جس کے پاس وسعت ہو۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ حسین بن بشار نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ سے طلاق کا کوئی مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ اگر ایسا کرے گا تو حاث ہو گا۔ حسین بن بشار نے کہا کہ اگر مجھے کسی نے یہ فتویٰ دے دیا کہ حاث نہیں ہو گا تو؟ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ تم (مقام رصافہ میں) مدینوں کی مجلس جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ اگر انہوں نے مجھے فتویٰ دے دیا تو جائز ہو جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں!

اور جیسا کہ ابن قدامہ فرماتے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک مفتی کے لئے جائز ہے کہ اپنے ملک کے مخالف کی طرف بھی رہنمائی کر دے۔ گویا ان کا خیال یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسائل ہیں۔ اور مفتی کے پاس زیادہ سے زیادہ اپنی ایک رائے ہے لہذا وہ اگر منصف ہو تو دوسرے کی طرف رہنمائی کر کے اپنی رائے کو الزام دیتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے مخالف کے ہاں اس سے بہتر یا مناسب رائے ہو۔

"العواصم من القواسم" کے مؤلف ابو بکر ابن العربي، بغداد کے شافعیہ کے امام ابو بکر محمد بن احمد بن حسین شاشی کے بارے میں جواب پر زہد و تقویٰ کے سبب جنید کہے جاتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کو ایک مجلس مناظرہ میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی حمایت کرتے سناؤہ فرمائے تھے کہ لغت میں "لاتقرب کذا" (راء کے فتح کے ساتھ) بولا جائے تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کام میں ملوث نہ ہو اور راء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک نہ جاؤ۔

میں (ابن العربي) نے کہا کہ یہ صحت علم اور وسعت افق کی دلیل ہے، کیونکہ عالم مذہبی تعصب سے بلند ہوئے بغیر اور سچائی اور خیر جہاں کہیں بھی ہواں کی طرف مائل ہوئے بغیر پختہ نہیں ہو سکتا۔ اور جس کا مقصد حق ہوتا ہے وہ اسے تلاش کرتا ہے اور اس کے لئے دلیلیں پیش کرتا ہے اور بہر صورت وہ حق کے ساتھ رہتا ہے۔ رہا مسلک و مذہب اور کسی خاص طریقہ کے اصول و قواعد کے لئے تعصب اور اس کے لئے واهیات دلیلیں پیش کرنا تو یہ طبیعت کی رذالت، علم کے فضاد اور باطل سے انسیت کی دلیل ہے۔

اور یہیں سے جیسا کہ ابن العربي نے محمد بن حسین شاشی کے بارے میں اہل علم کے اقوال میں نظر اور وسعت افق اور تعصب سے دوری کی کیفیت کا ذکر کیا ہے، ابن العربي کہتے ہیں کہ عظیم عالم کی صفت جسے اللہ

تعالیٰ نے دینی بصیرت اور علم کی دولت سے نوازا ہو یہ ہے کہ جدال (بے سود مناظرہ اور کٹھہ جھتی) اور لڑائی نہ کرے اور علم سے اسی پر غالب ہونے کی کوشش کرے جو علم شافی سے مغلوب کئے جانے کے قابل ہو لیکن اس کے لئے کبھی کبھی بے ساختہ مناظرے کی ضرورت آجائی ہے، کیونکہ دانشور عالم کی صفت یہ ہے کہ وہ نفس پرستوں کے ساتھ بیٹھک نہیں لگانا اور نہ ان سے مناظرہ کرتا ہے، لیکن علم و فقہ اور دیگر تمام احکام میں ایسا نہیں ہے۔

اور ایسے ہی جدل و مناظرہ سے دور رہنا چاہیئے جس سے روکا گیا ہے اور جس کے برعے انجام کا خوف ہے، جس سے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، اور جس سے مسلم علماء و ائمہ نے بھی ڈرایا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سچا ہونے کے باوجود بحث و تکرار نہ کرتا ہو اللہ اس کے لئے وسط جنت میں ایک مکان بنائے گا۔

اور مسلم بن یسیار رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ تم بحث و تکرار سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ عالم کی جہالت کا وقت ہوتا ہے، اور اس سے

۱۔ بسط و تفصیل کے لئے علامہ ابن رجب حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے "شرح حدیث ما ذیبان جائعان" اور فضل علم السلف علی علم الخلف" مترجم کی تحقیق کے ساتھ مراجعہ کئے جائیں۔

شیطان اس کی لغوش ڈھونڈتا ہے۔

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے کسی فقیہ کامل کو بحث و تکرار کرتے نہیں دیکھا۔

اور انہوں نے ہی فرمایا کہ مومن دل جوئی کرتا ہے، بکواس اور لڑائی نہیں کرتا۔ وہ اللہ کی حکمت پھیلاتا ہے اگر وہ حکمت قبول کر لی جائے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر شکر کا دی جائے تو اللہ کی حمد کرتا ہے۔

امام محمد حسین فرماتے ہیں کہ علماء کا خیال ہے کہ زیادہ تر تکرار بھائیوں کے دلوں کو بدل دیتی ہے اور الفت کے بعد جدا ای اور انسیت کے بعد وحشت کا وارث بنادیتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں وارد ہے کہ کوئی قدم ہدایت پر رہنے کے بعد بے راہ نہیں ہوا مگر اسے جدال دے دیا گیا۔ اس کا ذکر آجری نے اپنی کتاب "اخلاق العلماء" میں کیا ہے۔

اور بہت سے علماء سے منقول ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی حدیث یا اجماع نہ ہو اور اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو تو اس میں اجتہاد کر کے عمل کرنے یا تقیید کرنے پر نکیر نہیں کی جائے گی۔

اور اس سلسلے میں علماء کے یہ چند اقوال ہیں:

(۱) سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو ایسا عمل کرتے دیکھو جو

مختلف فیہ ہو اور تمہاری رائے اس کے علاوہ ہو تو اسے مت رو کو۔
اور انہیں کا ایک قول خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں کہ انہوں
نے فرمایا: جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو میں اپنے بھائیوں کو اسے
قبول کرنے سے نہیں روکتا۔

(۲) ابن مفلح رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الآداب الشرعیہ" میں امام احمد
سے "جن فروعیات میں اختلاف جائز ہواں میں کسی کے اجتہاد پر تکمیر
نہیں" کے عنوان کے تحت نقل کرتے ہیں کہ: اور مروزی کی روایت
میں ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کسی فقیہ کے لئے زیبا نہیں
کہ لوگوں کو کسی ایک مذہب کے خلاف لاکارے اور ان پر تشدد کرے۔

(۳) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مسلم شریف کی شرح میں لکھتے ہیں: "مفتی
اور قاضی کو اپنے مخالف پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے جب تک اس نے کسی
نص یا اجماع یا قیاس جلی کی مخالفت نہ کی ہو۔

(۴) ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے جامع بیان العلم و فضله لے میں اپنی
سند سے عبدالعزیز بن محمد سے اسامہ بن زید سے حکایت کیا ہے کہ

علامہ ابن عبد البر نے "جامع بیان العلم" (۸۰/۲) میں "ناظم الناظر فی اختلاف العلماء" کے
باب میں ذیل کے دو نوں قول قاسم بن محمد اور بھی بن سعید سے نقل کئے ہیں۔ اور اختلاف علماء
بلکہ اختلاف صحابہ کی صورت میں بھی دونہ مذہب نقل کئے ہیں۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ اختلاف
صحابہ کو سن و عن تسلیم کر لیا جائے اور اس میں کسی فلکہ و نظر کی حاجت محسوس نہ کی جائے۔ دوسرا

انہوں نے کہا: میں نے قاسم بن محمد سے سری نماز میں قراءۃ خلف الامام کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ اگر پڑھو تو تمہارے لئے اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں میں اسوہ ہے، اور نہ پڑھو تو بھی اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں میں تمہارے لئے اسوہ ہے۔

(۵) اور صن بن علی حلوانیؓ کے فرمایا کہ مجھ سے عبداللہ بن صالح نے لیث بن سعد سے بیکی بن سعید کا قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ اہل فتویٰ برابر فتویٰ دینے آئے ہیں تو کوئی ناجائز قرار دیتا ہے اور کوئی جائز۔ اور جو ناجائز قرار دیتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جس نے جائز قرار دیا ہے وہ جائز قرار دینے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا، اور جو جائز قرار دیتا ہے وہ

مذہب یہ ہے کہ اختلاف صحابہ کی بھی قرآن و سنت کی روشنی میں جائیجی کی جائے اور اس کے خطاو صواب کا دار و مدار قرآن و حدیث کو بیان جائے۔ پہلے مذہب کا دار و مدار حدیث "اصحابی کا نجوم پائیکم اقتدیتم" ہے۔ امام ابن عبد البر نے اس مذہب اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس ضعیف مذہب کے ضمن میں مندرجہ ذیل دونوں قول نقل کئے ہیں۔ (دیکھو جامع بیان العلم و فضیلہ ۲/۸۷-۹۰، ۸۵)

ل قاسم بن محمد کا یہ قول ضعیف سند سے مردی ہے اس کے راوی اسامہ بن زید ضعیف ہیں اور عبد العزیز بن محمد الدراوردی اگرچہ ثقہ ہیں مگر غیروں کی کتاب سے حدیث بیان کرتے وقت غلطی کرتے ہیں (تقریب التہذیب و خلاصہ) نیز یہ کہ قاسم بن محمد سے قراءۃ خلف الامام کی نعمتی نہیں بلکہ ثبوت ہے۔ مزید یہ کہ بعض اصحاب رسول سے قراءۃ خلف الامام کی نعمتی بھی محل نظر ہے کیونکہ اس سلسلہ کے جملہ اقوال و آثار ضعیف سندوں سے مردی ہیں۔

جس کتاب میں "حسین بن علی حلوانی" طبع ہوا ہے، درست "حسن" ہے۔

یہ نہیں سوچتا ہے کہ ناجائز قرار دینے والا ناجائز قرار دینے کے سب
ہلاک ہو گیا۔

اور اگر تم اس سے سخت مسلک چاہو تو سنو! ۱۔ امام ابن عبد البر
کہتے ہیں کہ اسمعیل بن اسحاق القاضی نے کتاب "المسوط" میں
ابو شابت سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابن القاسم کو کہتے ہوئے سنا کہ میں
نے امام مالک اور امام الیث بن سعد کو اختلاف صحابہ کے بارے میں
کہتے ہوئے سنا، وہ دونوں فرماتے تھے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں
و سعت ہے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں، بلکہ وہ خطاو صواب ہے ۲۔

(۲) اسمعیل بن اسحاق القاضی کہتے ہیں کہ صحابہ کے اختلاف میں و سعت
اجتہاد رائے کی و سعت ہے۔ رہی یہ و سعت کہ انسان ان میں سے کسی ایک
کے قول کو بغیر اس کے کہ اس کے پاس اس کے بارے میں حق ہو
اپنائے تو ایسا نہیں ہے۔

البتہ ان کا اختلاف دلات کرتا ہے کہ انہوں نے اجتہاد سے کام لیا تو
مختلف الرائی ہو گئے۔

لے یہی وہ درمانہ ہب ہے جس کی طرف گذشتہ حاشیہ میں اشارہ ہو چکا ہے۔
۱۔ اسمعیل بن اسحاق القاضی کی کتاب المسوط سے نقل کردہ بات ابن عبد البر نے "جامع میان
العلم" (۸۲/۲) میں نقل کی ہے۔ نیز لیث بن سعد اور امام مالک کا قول اپنی سند میں اصیل ہے ابن
القاسم سے نقل کیا ہے۔ (۸۲/۲)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسماعیل القاضی کا یہ کلام بہت خوب ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ ہاں! وہ بہت اچھا ہے۔ یہاں تک کہ اسی بات کی بنیاد پر جس کے بارے میں مالک اور لیث بن سعد نے فرمایا کہ وہ خطأ و صواب ہے اجتہاد اور رائے کا میدان کھلا ہوا ہے۔ اور اسی لئے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختلاف میں وسعت اجتہاد رائے کی وسعت ہے۔ یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا اختلاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس مسئلے میں اختلاف جائز ہے، جو شخص اجتہاد کا اہل ہواں مسئلے میں اجتہاد کرے خواہ وہ جس فیصلے تک پہنچتا ہواں پر اس معنی میں کوئی نکیر نہیں کہ اس کی رائے کی برائی بیان کی جائے یا اسے بیوقوف قرار دیا جائے۔ اور اسی وجہ سے تو انہوں نے کہہ دیا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اختلاف میں وسعت اجتہاد رائے میں وسعت ہے۔ رہا یہ کہ یہ وسعت ہو کہ کوئی شخص ان میں سے کسی کا قول اپنائے اور رجیع مج اس کے پاس حق نہ ہو تو ایسا نہیں البتہ ان کا اختلاف دلالت کرتا ہے انہوں نے اجتہاد کیا تبھی اختلاف ہوا، اور اسی سبب سے ابن عبد البر رحمہ اللہ علیہ نے اسماعیل القاضی کے اس کلام کو مستحسن قرار دیا ہے۔

خاتمه (کچھ شاذ موافق و آداب):

اس مجلس کے خاتمہ پر کچھ شاذ موافق اور چند ایسے آداب پر منتبہ

کرتا چلوں جسے ہم گزشتہ بحث سے اخذ کر سکتے ہیں۔

رہے شاذ موافق جسے طالب علم کبھی یا تو لوگوں کے حالات یا تالیفات میں پاتا ہے اور جن کا شاذ اور خلاف قاعدہ ہونا بدیہی اور ظاہر ہے ہم اس کے بارے میں کہیں گے کہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کتب بینی کرتا ہے اور مؤلفات میں کرید کرتا ہے کچھ شاذ موقف کی ایسی صورتیں اور نقول و اقوال پاتا ہے جو منصف کے صاف ذہن کو مکدر کر دیتے ہیں، لہذا ان کے بارے میں نصیحت و تنبیہ کرنا ضروری ہے۔ اور ہم انہیں دو پہلو سے دیکھ سکتے ہیں، ایک افراط کا پہلو، دوسرا تفریط کا پہلو۔

افراط کے موافق:

اور یہ مندرجہ ذیل باتوں میں ظاہر ہوتے ہیں:

(الف) معتبر مذاہب کے کچھ پیروں کا بدترین تعصب گویا کہ حق اسی مذہب میں محدود ہے۔ اور بقیہ دیگر مذاہب باطل ہیں۔ اور اسی سے باہم آویزش اور کینے پیدا ہوتے ہیں۔

(ب) اس تعصب نے اپنے امام کے تفوق اور اس کے مذہب کی تائید کے لئے حدیث سازی پر آمادہ کیا، اور دوسری طرف ایسی عبارتیں بھی بنائی گئیں جس سے دوسروں کے مسلک و مذہب اور ان کے علماء کی

تنقیح ہو، اور ظاہر ہے کہ یہ انہی جہالت اور بدترین تعصباً ہے جسے مسلمانوں کے عالم ائمہ کی طرف منسوب کرنا اور ائمہ محدثین امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم و آرضاً ہم پر چسپاں کرنا تو درکنار کوئی اپنے لئے بھی پسند نہیں کر سکتا۔

تفریط کے مواقف:

تفریط کے مواقف بھی مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ علمی کتابوں بالخصوص تقابلي فقه کی کتابوں میں جو اختلاف مذکور ہیں وہ نہ عموم اختلاف ہیں جو فرقہ بندی، گروہ بندی، اور پارٹی بازی کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ لوگ قرآنی آیات کے ان عموم سے استشهاد کرتے ہیں جو فرقہ بندی اور اختلاف دور کرنے

لے یہاں ایک وضع کردہ حدیث بطور مثال نقل کر دیا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ موضوعات کی تمام تر کتابوں میں تقریباً منقول ہے: یکوں فی اُسْتِی رَجُل يَقَال لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ أُبَرِّی مَسْرُونٌ مَّا لَمْ يَكُنْ فِي اُسْتِی رَجُل يَقَال لَهُ أَبُو حَنِيفَةَ، حُوْسَنَ رَجُل اُسْتِی - یعنی میری امت میں محمد بن اور یہیں (امام شافعی کا نام ہے) ناہی ایک آدمی ہو گا جو میری امت کے لئے ایلیں سے زیادہ صخر ہو گا۔ اور میری امت میں ابو حنیفہ ناہی ایک آدمی ہو گا جو میری امت کا چراغ ہو گا۔

محدثین باجماع واتفاق اس حدیث کے وضع کے قائل ہیں۔

موضوعات کی کتابوں میں اس حصی بیٹھار من گھڑت روایتیں خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین اور ائمہ محدثین کے پہلو ائمہ طالبات کی شان میں موجود ہیں۔ اللہ قلب و نظر عطا کرے۔ (ابو القاسم)

کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن یہ مسلک غلط اور کوتاہ نظری ہے۔ کیونکہ یہ بات پچھلے صفحات میں معلوم ہو چکی ہے کہ کچھ اخلاف جائز ہوتا ہے، لیکن ان لوگوں کے اس خیال کا انجام سلف امت صحابہ و تابعین اور ائمہ محدثین اور ان کے تبعین کو ملعون کرتا ہے۔

(ب) اور تفسیر میں مبالغہ کی ایک صورت اس جاہل مقلد میں پائی جاتی ہے جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر ائمہ کے اقوال کو لیتا اور مانتا ہے، اور اسی اقوال کو کتاب و سنت پر مقدم رکھتا ہے۔ اور یہیں سے تم دیکھتے ہو کہ وہ کچھ ایسی نصوص شرعیہ بھی پیش کرتا ہے جس سے اس کے قول کی تائید ہو، اور وہ اپنے مخالف کو ان نصوص سے روگردان قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ تامل کے بعد انصاف سے کام لے تو یہ پائے گا کہ زیادہ تر اختلاف نص میں نہیں، بلکہ نص کے معنی و مفہوم میں ہوا کرتا ہے۔ اور جب صورت حال یہ ہے تو اختلاف لوگوں کی فہم میں ہوتا ہے اور اس میں اختلاف کی وسعت ہے۔

(ج) ایسے ہی تفسیر کے موافق میں اہل مذاہب پر نکیر میں غلو بھی ہے جو کسی نکیر کرنے والے کو یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ وہ معتقد میں کی ایسی عبارتوں میں تفتیش و کرید کرنے لگتا ہے جس سے بعض ائمہ کی تنقیص سمجھا جاتا ہے، اور یہ شخص ایسی ہی عبارتوں کو چھانت چھانت کر الگ کرتا ہے اور انہیں پھیلاتا ہے اور بغض و عداوت کی تحریزی کرتا

ہے۔

علمی لغزشوں اور فقہی شذوذ کو ڈھونڈنا، اور انہیں سمجھا کر کے مجالس اور عوام میں پھیلانا کسی مخصوص مدھب ہی نہیں بلکہ پورے دین پر اعتماد میں ہے یقینی پیدا کرتا ہے، اور یہ کام نہایت بدترین اور دشمنانہ ہے جس کے پیچھے کوئی عام و خاص مصلحت نہیں۔

لغزشوں کو ڈھونڈنا اور غلطیوں کو تلاش کرنا یہار دل اور بدنیت شخص کا کام ہے، اس لئے کہ یہ بات معلوم ہے کہ انبیاء کے سوا جو اللہ کے احکام پہنچانے میں معصوم ہیں اور کوئی انسان معصوم نہیں اور اگر ایسی بات ہوتی تو کھلپی مجہد کو ثواب نہ ملتا۔

اس بیان کے بعد اب ہم ان مہادی و آداب کے ذکر سے اپنی بات پوری کر رہے ہیں جن کا اختلاف کے وقت پاس و لحاظ رکھنا چاہیے۔ اور وہ یہ ہیں:

اخلاص اور ارادۃ حق:

بحث و نظر اور مناظرے کے وقت ضروری ہے کہ مقصد حق اور حق تک رسائی ہونا چاہیے، اور طالب علم اس کے لئے بالکل خالی الذہن ہو۔ یہ کام بسا اوقات دیکھنے میں بڑا آسان اور قابل عمل ہوتا ہے لیکن اس پر عمل کرنا اور کاربند ہونا بڑا دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سے

لوگ بظاہر داعی حق ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی ذات کے داعی ہوتے ہیں اور ان کا مقصد اپنی بڑائی یا اپنے استاذ کی حمایت ہوتی ہے۔

اور شاید اسی میں یہ بھی شامل ہے جو بعض طلباء کو بحث کے دوران شخص تنقید یا کسی کی ذات سے متعلق عبارات پر مجبور کرتی ہے جس سے وہ دوسرے کو ذلیل کرتا یا یوں قوف قرار دیتا یا اسے بے راہ روی کا الزام دیتا ہے۔ ایسا غلوذاتی مفاد کے لئے ہوتا ہے، حق کے لئے یقیناً نہیں ہو سکتا۔

مخالفت و اختلاف سے حتی الامکان احتراز:

مخالفت و اختلاف سے حتی الامکان پر ہیز چند باتوں کے ذریعہ ممکن ہے:

(۱) طلباء کے ساتھ حسن فلن اور اسلامی بھائی چارے کو ہر حیثیت سے بلند رکھ کر۔

(۲) جو کچھ ان سے صادر ہو یا ان کی طرف منسوب ہو اسے حتی الامکان اچھی بات پر محمول کر کے۔

(۳) اگر ان سے کوئی ایسی بات صادر ہو جائے جسے بہتری پر محمول نہ کیا جاسکتا ہو تو ان کی طرف سے معدربت خواہی کی جائے اور انہیں نیک نیت سے محروم نہ کیا جائے۔ حق تو یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کے لئے ایسا غذر تلاش کیا جائے جن سے اپنا سینہ صاف اور نفس خوش رہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لئی چاہئے کہ ہماری یہ گزارش غلطیوں سے ان کی سلامتی کی دعوت نہیں ہے، اس لئے کہ ہر شخص خطاء کار ہے اور معزز و شریف وہ ہے جو کسی انسان کی بہت سی درستگی میں سے تھوڑی سی لغوش کو معاف کر دیتا ہے۔

اس سلسلے میں تمہارے لئے کافی ہے کہ خود کو بھی خطاء کار سمجھو، اور جب تم خود غلطی کرتے ہو اور اپنے لئے استغفار کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ جب تمہارا بھائی غلطی کر رہا ہو تو اس کیلئے استغفار نہ کرو، اور دیسے ہی کہو جیسے موکی علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا: "رب اغفر لی ولائخی، و ادخلنا فی رحمتك و أنت أرحم الراحمين" کہ اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے اور تو احمد الرحمنین ہے۔

(۴) خود کو اتزام دے کر اور اپنے آپ کو بحث و نظر اور اختلاف کی گنجوں سے روک کر اور دوسرے کو گہری نظر اور طویل غور و فکر کے بغیر غلط قرار دینے سے پرہیز کر کے۔

(۵) اپنے بھائیوں کی تنقید یا ان کے خیالات کا کشادہ دلی کے ساتھ استقبال کر کے، اور اسے اپنے ناقد کی طرف سے اپنی مدد سمجھ کر اور یہ باور کر کے اس کا مقصد تمہاری عیب جوئی یا تمہیں زک پہنچانا نہیں ہے۔

(۶) فتنے اور شور و شغب کے مسائل سے پرہیز کر کے۔

۳۱۱

چنانچہ آجری نے اپنی کتاب "اخلاق العلماء" میں ذکر کیا ہے کہ جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے اور اسے معلوم ہو کہ یہ شور و شغب کا مسئلہ ہے اور مسلمانوں کے درمیان فتنے کا موجب ہو تو اس کو اس سے محفوظ رکھ دینی چاہیے۔ اور سائل کو اس سے بہتر اور مفید کی طرف پھیر دینا چاہیے۔

اسی ضمن میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی عالم لوگوں سے، خصوصیت سے کمن طلباء سے، ایسی بات نہ کرے جس سے فتنہ پیدا ہو۔ اور اساتذہ اور علماء کو چاہیے کہ طلباء اور بالخصوص کمن طلباء سے بلند ہو کر رہیں۔ چنانچہ اگر تمہارا شاگرد تم سے کسی عالم کا قول بیان کرے جو تمہارے قول یا تمہارے راجح قول کے مخالف ہو تو تمہارا فرض ہے کہ اپنے شاگرد کے ساتھ نرمی کرو۔ لہذا اگر اس عالم کے لئے نکلنے کی کوئی راہ پاؤ تو یا تو اسے وہ راہ بتا دو، یا اسے مخالفین کے ساتھ بھی حسن ادب کی تربیت دو اور اس میں اس کی عادت پیدا کرو۔

علماء نے اسی سبب سے یہ فرمایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ عالم لوگوں میں ایسی بات نہ بیان کرے جس سے فتنہ پیدا ہو۔ لہذا اسے اپنے علم کی باریکیوں اور اس کے شذوذات میں سے جو اس کے آس پاس لوگوں کے عقل و شعور میں نہ آئے بحث سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۷) بہترین کلام کے انتخاب، اور جارحانہ کلمات اور عیوب جوئی و

طعنہ زنی اور احتمانہ و جاہلائے تعریض کی زہریلی عبارتوں سے پرہیز اور
اسلامی ادب کا التزام کر کے۔

اس بزم میں اس معمولی اثاثے کے سلسلے میں اتنا ہی کہنا ممکن تھا۔ اور
اب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں اور آپ کو اس عمل کی توفیق
دے جس سے محبت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔ اور درود و سلام نازل ہو محمد
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور صحابہ پر۔ آمین۔

﴿وَمَا أَخِرُّ دُعَوَنَّهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾

الحمد لله





أَكْبَرُ الْخِلَافَةِ

تألِيفُ

صَالِحٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَمْيَدٍ

باللغة الأوردية

طبع ونشر

وزارة التمور الإسلامية والagrarian والتجارة والصناعة
المملكة العربية السعودية